جناب طالب ہاشمی صاحب

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

مارچ ۹۸ء کے الحق میں عنوانِ بالا پر مولانا مدرار اللہ صاحب کے مقالے کی دوسری قسط کا بغور مطالعہ کیا مگر افسوس کہ مضمون نگار ایک سطر بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے کہ مولانا دریابادی مرحوم قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔ وہ منطقیانہ انداز میں موضوع سے ہٹ کر جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے احقر کے موقف کی تردید نہیں ہوتی۔ ہاں یہ شبہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اس سے اپنے علم و فضل کا اظہار مقصود ہے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر فاضل مقالہ نگار کی یہ کاوش محض تحصیلِ حاصل ہے کیونکہ یہ ہیچمدان کسی بحث میں الجھے بغیر ہی ان کے تبحرِ علمی کو تسلیم کرتا ہے ہاں ان کے ارشادات کے جواب میں قلم برداشتہ چند گذارشات اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ "حاضر و ناظر" کے مسئلہ کا موضوعِ بحث سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو ایک اصطلاح یا ترکیب یا روزمرہ کا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے موجود اور دیکھنے والا۔ لغت کی رو سے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ عدالتوں میں اور بعض دوسرے موقعوں پر ان الفاظ کے ساتھ قسم بھی اٹھائی جاتی ہے۔ ایک سادہ سی ترکیب میں الجھاؤ اور ابہام پیدا کرنا محض خلطِ مبحث ہے۔ اس ترکیب کا اردو میں عام چلن ہے۔ مولانا سے گذارش ہے کہ کُتبِ لغت (فیروز اللغات، علمی لغات وغیرہ) پر ایک نظر ضرور ڈال لیں۔

۲۔ مقالے میں مولانا نے ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مرحوم کی بعض تحریریں جو نقل کی ہیں۔ لاہوری اور قادیانی عقائد کا جو فرق واضح کیا ہے اور فقہائے احناف اور مسئلہ تکفیر کے بارے میں" وضاحت فرمائی ہے ان کی اس ساری کدوکاوش کا مطلب اور مقصود سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر ان سب باتوں سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں مولانا دریابادی مرحوم کی رواداری بہت سے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا سبب نہیں ہوئی۔

۳۔ صفحہ ۵۳ پر مولانا مدرار اللہ صاحب نے یہ فقرہ لکھ کر اپنی تمام بحث و تمحیص کے مدلل ہونے کا پردہ

چاک کر دیا:- "اس وقت مولانا دریابادی زندہ ہوتے ....."

گویا مولانا مدرار اللہ صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جب (۱۹۷۴ء) میں پاکستان میں آئینی طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا مولانا دریابادی زندہ و سلامت ہمارے درمیان موجود تھے۔ وہ اپنے مسلک سے اعلانِ برأت کیا کرتے، اس آئینی ترمیم پر سخت برہم ہوتے اور "صدقِ جدید" میں اس کی پُر زور مخالفت کی۔ وہ جنوری ۷۷ء میں فوت ہوئے۔ کیا یہ عاجز نہایت ادب کے ساتھ مولانا مدرار اللہ صاحب کی توجہ اس حکمِ ربانی کی طرف مبذول کرا سکتا ہے۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

یہ بات البتہ قابلِ اطمینان ہے کہ مولانا نے دبی زبان میں تسلیم کر لیا کہ:-

"مولانا دریابادی مرحوم نے (قادیانیوں کی حمایت کا غلط) مسلک ایک (گمراہ کن اور غلط) تاویل کی رو سے اختیار کیا تھا"

۴۔ قسط ۲ کے آخر میں "حاصلِ کلام" دیکھ کر معلوم ہوا کہ فاضل مقالہ نگار یہ ساری عرق ریزی اس لئے کر رہے ہیں کہ قادیانیت کے بارے میں مولانا دریابادی کے مسلک کی کوئی "نیک" تاویل کی جائے سبحان اللہ۔ اس میں انہوں نے شیخ محی الدین ابن العربی کے بارے میں ایک بالکل غیر متعلق بحث چھیڑنے کی کوشش کی ہے ان کی یہ مثال بے محل ہے اور ان کا یہ لکھنا بھی جزوی طور پر صحیح نہیں کہ

"اس کے باوجود اربابِ علم و معرفت ان کو "شیخ اکبر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں"

احقر، فاضل مقالہ نگار سے بصد ادب پوچھتا ہے کہ کیا ان کے نزدیک امام ابن تیمیہؒ، علامہ رضی الدین الخیاط، امام ذہبیؒ، ابن ایاسؒ، علی القاریؒ، علامہ جمال الدین محمد بن نور الدینؒ صاحب کشف الغمۃ اور متعدد دوسرے علماء اربابِ علم و معرفت میں شامل نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ذرا یہ بھی بتائیے کہ انہوں نے ابن العربی کے بارے میں کیا لکھا ہے۔

بلاشبہ مجد الدین فیروز آبادیؒ، الفخر الرازیؒ، امام سیوطیؒ، امام شعرانیؒ، علامہ سراج الدین مخزومیؒ اور بعض دوسرے علماء ابن العربی کے مداحوں میں شامل ہیں مگر جن علماء نے ان کو گمراہ اور زندیق کہا ہے (فصوص الحکم کی بعض عبارتوں کی بناء پر) ان کے بارے میں کوئی "نیک" تاویل نہیں کی۔ اور بڑے پُر زور انداز میں ان کو "ہدف" بنایا۔ کیا وہ سب (آپ کے نظریہ کے مطابق) "اکابر بزرگوں" کی صف سے نکل گئے؟

چلئے یہ عاجز آپ کی اس تحریر کے بارے میں یہ "نیک" تاویل کرتا ہے کہ "اربابِ علم و معرفت" سے پہلے "بعض" کا لفظ آپ سے سہواً چھوٹ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن العربی کی شخصیت اور افکار و عقائد کے بارے میں "اکابر بزرگوں" کے درمیان سخت اختلافات ہیں۔ آپ کا ان کو اس بحث میں لے آنا

بالکل بے جواز ہے معلوم نہیں، فاضل مقالہ نگار کو ان لوگوں کے جذبات کا اندازہ کرنے میں کیا چیز مانع ہے جن کے سینے، قادیانیوں کے بارے میں (بلکہ شاتم صحابہؓ گروہوں کے بارے میں بھی) مولانا دریا بادی مرحوم کی "نیک" تاویلوں کی ناوک افگنی سے فگار ہیں۔ یہ "نیک" تاویل کی فلاسفی تو دو دھاری تلوار ہے واضح دلیل کے جواب میں "نیک" "تاویل"؟ یاللعجب

سیدھی بات تو یہ ہے کہ آپ کھلے دل سے (ایک عالم حق کی حیثیت سے) یہ بات تسلیم کر لیں کہ بعض گروہوں کے بارے میں مولانا دریا بادی مرحوم سے چوک ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس لغزش کو معاف فرمائے اور ان کی دوسری دینی خدمات کو قبول فرما کر مغفرت سے نوازے۔

باقی رہی یہ بات کہ ہمارے بعض عظیم المرتبت بزرگ مولانا دریا بادی مرحوم کے مداح تھے تو ان کی یہ مدح اور تعریف و توصیف مولانا کی دوسری دینی خدمات کی بنا پر تھی۔ انہوں نے قادیانیت اور روافض کے بارے میں ان کے رواداری نہ مسلک (افکار و نظریات) کی کبھی تصدیق و تصویب نہیں فرمائی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کو بار بار ٹوکتے رہے۔

مدح و توصیف کے کچھ اسباب تھے جن میں مولانا دریا بادی مرحوم کا کفر و الحاد سے تائب ہو کر دوبارہ دائرہ اسلام میں آنا بھی شامل ہے۔ اسی لئے یہ عاجز بھی مولانا دریا بادی کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی کسی بھیانک لغزش کو بھی لغزش نہ کہا جائے۔ اور اس کی "نیک" تاویلیں کی جائیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ ان کی ایسی لغزشوں نے بہت سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کی سخت دلآزاری کی اور بہت سے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کیا) اگر ضروری ہوا تو اس موضوع پر مولانا مدرار اللہ صاحب کے مضمون کی چوتھی قسط دیکھ کر مزید گفتگو ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ وما علینا الا البلاغ

اپریل [illegible] کے "الحق" میں عنوانِ بالا پر مولانا مدرار اللہ صاحب کے مقالے کی تیسری قسط بھی بغور پڑھی پھر پہلی دو قسطیں از سرِ نو پڑھیں اور دیانتداری کے ساتھ محسوس کیا کہ مولانا نے محض اپنی بات کی پیچ رکھنے کے لئے بحث کو بہت طول دے دیا ہے اور کئی غیر متعلق مسائل اس کے درمیان لے آتے ہیں۔ ایک عالم دین سے جو فتنۂ مرزائیت کے ظاہر و باطن سے پوری طرح آگاہ ہے ایسے "تاویلانہ" طرزِ عمل کی توقع نہیں تھی۔ احقر نے بحث و مناظرہ سے ہمیشہ اپنا دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔ اب بھی وہ اس بحث میں ہرگز نہ الجھتا مگر صرف یہ سوچ کر قلم اٹھانے پر مجبور رہا (باوجود اپنے بڑھاپے اور ضعفِ بصر کے) کہ جب مولانا مدرار اللہ صاحب جیسے جید عالمِ دین بھی مولانا دریا بادی مرحوم کے گمراہ کن تاویلاتی موقف کے لئے نیک تاویلیں ڈھونڈنے لگیں

اوران کے موقف سے اظہارِ بیزاری کرنے کے بجائے یہ فرمائیں کہ طالب ہاشمی نے جو نکتہ اٹھایا ہے وہ مرزائیوں کے مفاد میں جاتا ہے یعنی مرزائیوں کے مفاد کو خوراک تو مہیا کریں مولانا دریابادی اور خطا کار ٹھہرے طالب ہاشمی کہ وہ مولانا دریابادی کی اس روش پر معترض کیوں ہے تو ظاہر ہے کہ اس طرح عام سیدھے سادے مسلمان اس مرزائیوں کو مسلمان سمجھنے کے دام ہمرنگ زمین میں آسانی سے پھنس جائیں گے۔ سچ فرمایا حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے کہ (مولانا دریابادی کی مرزائیوں پر) شفقت کا انجام سیدھے سادے مسلمانوں کے حق میں عدم شفقت ہے کہ وہ اچھی طرح ان کا شکار رہا کریں گے۔

(ماہنامہ النور تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

تیسری قسط کے جواب میں اس فقیر کی معروضات حسب ذیل ہیں :-

۱۔ (ا) فاضل مقالہ نگار نے شیخ ابن العربی کے حوالے کے سلسلے میں فرمایا ہے۔

"میری ان معروضات کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب کو مسلّمہ اکابر کے حفظِ مراتب کا خیال رکھنا چاہیئے"

آخر مقالہ نگار کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ کہ حفظِ مراتب کا تقاضا تبھی پورا ہو سکتا ہے جب کسی شخص کے غلط اور گمراہ کن نظریئے کو غلط اور گمراہ کن نہ کہا جائے۔ اور اس کے لئے ہر صورت میں کوئی نیک تاویل تلاش کی جائے یہاں تک کہ ختم نبوت کے منکروں اور اجرائے نبوت کے قائل لوگوں کو جو لوگ مسلمان سمجھتے ہیں اُن کو عظمت کی مسندوں پر بٹھانے پر پورا زورِ قلم صرف کیا جائے۔

اگر حفظِ مراتب اسی کا نام ہے تو یہ عاجز اس سے سَو بار خدا کی پناہ مانگتا ہے۔

(ب) "مسلّمہ اکابر" کی مقالہ نگار کے نزدیک، معلوم نہیں، کیا تعریف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخصیت ان کے خیال میں "مسلّمہ اکابر" میں شامل ہو اور دوسرے اس کے برعکس خیال رکھتے ہوں۔ ان کو پورا حق ہے کہ اپنی محبوب اور ممدوح شخصیتوں کو "مسلّمہ اکابر" میں شامل کر لیں لیکن وہ دوسروں کو ایسا سمجھنے اور کہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

(ج) بلاشبہ (جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے) اجتہادی غلطی کے لئے شیخ ابن عربی پر تشنیع جائز نہیں مگر کیا ختم نبوت کے منکرین کو ایمانِ فرعون کے بارے میں مسلمان سمجھنا بھی اجتہادی غلطی کے دائرے میں آتا ہے؟ فی الحقیقت جب کسی گروہ کی تکفیر پر تمام علمائے اُمت کا اجماع ہو اور کوئی شخص اس اجماع کے خلاف بار بار متنبہ کئے جانے کے باوجود) اپنی رائے پر اصرار جاری رکھے اور بعض تنبیہ کرنے والوں سے اپنے تعلقات منقطع کرلے) اسے اجتہادی غلطی کہنا فاحش غلطی ہے۔

(د) مولانا نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جو عبارت نقل کی ہے :-

" ... ارا بہ نص کار است نہ بہ فص ......"

اس سے تو شیخ ابن عربی کے نظریات سے سخت بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تحریروں میں اور بھی متعدد مقامات پر شیخ ابن عربی کے افکار و نظریات پر سخت تنقید کی ہے۔ مقالہ نگار "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" کو حکمت و معرفت سے لبریز سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو نقشبندی کہہ کر ان کا ایسا سمجھنا بڑے حوصلے کی بات ہے۔ ورنہ علماء نقشبند "ہمہ اوست" کی بجائے "ہمہ از وست" کے قائل ہیں اور پھر معروف اکابر امت میں سے تقریباً نصف نے "فصوص الحکم" کی بعض عبارتوں کو الحاد اور زندقہ قرار دیا ہے تو پھر حفظ مراتب کہاں ؟

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ شیخ ابن عربی کے بارے میں جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے وہ حقائق کا اظہار ہے اس فقیر کی ذاتی رائے نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے اندر اتنی علمی استعداد نہیں پاتا کہ شیخ ابن العربی کی تحریروں کے غوامض و اسرار کو سمجھ سکے بالخصوص فصوص الحکم کی عبارتیں تو اتنی گنجلک اور ادق ہیں کہ آج سے نصف صدی پہلے سارے برصغیر میں گنتی کے چند اصحاب کے سوا ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ان میں مولانا تھانویؒ، شاہ سلیمان پھلواروی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ اب یہ بات باعث مسرت ہے کہ ہمارے درمیان مولانا مدرار اللہ جیسے فاضل زمانہ موجود ہیں جو فصوص الحکم کو سمجھتے ہیں۔

اسی طرح مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے مولانا دریابادی کے بارے میں یہ جو لکھا ہے :-

"مولانا جب کوئی رائے قائم کر لیتے تو اس کو آسانی سے ترک نہیں فرماتے اور اکثر اوقات مداخلت یا مشورہ اس میں پختگی اور شدت پیدا کر دیتا ہے"

مولانا مدرار اللہ صاحب دل پہ ہاتھ رکھ کر غور فرمائیں کہ کیا "علم و تقویٰ اور سلوک و طریقت کے بہت اعلیٰ مقام پر فائز" کسی بزرگ کی یہی شان ہوتی ہے کہ بشری کمزوری، یا فقدان معلومات یا کسی اور وجہ سے کوئی غلط رائے قائم کرے اور پھر اس سے رجوع کرنا کسی صورت میں گوارا نہ کرے بلکہ اپنے ناصحین اور خیر خواہوں کا مشورہ سن کر اپنی رائے میں شدت اور پختگی پیدا کرے یہاں تک کہ اپنے شیخ طریقت کے مشورے یا تنبیہ کو بھی رد کر دے اور ایک ایسا فتویٰ جس پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے اس کو بھی تسلیم نہ کرے بلکہ اس کو غلطی قرار دے؟ اس عاجز کو تو اس طرز عمل کے لئے انا مغلوب الغیضی اور ضد کے سوا کوئی اور موزوں الفاظ نہیں سوجھتے۔ حفظ مراتب پر غیرت دینی کو تو قربان نہیں کیا جا سکتا؟

۲۔ فاضل مقالہ نگار نے لاہوری مرزائیوں کے عقائد خصوصی طور پر بیان کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا دریابادی صرف لاہوری مرزائیوں کی تکفیر کے خلاف تھے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ قادیانی اور لاہوری دونوں

گروہوں کو مسلمان سمجھتے تھے۔ لاہوریوں پر ان کی خاص نظرِ عنایت اس لئے تھی کہ وہ ان کے امیر کا ترجمۂ قرآن پڑھ کر کفر و الحاد سے تائب ہوئے تھے (خود ان کے اپنے قول کے مطابق)

۳- اب آئیے مولانا دریابادی کے اس دعویٰ کی طرف کہ "اس تیرہ چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی سے دعویدار نبوت ہوا ہی نہیں ——— اور یہ دلیل ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعوے کی سچائی کی کہ میں آخری پیغمبر ہوں اور میرے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ . . . . . . مرزا تو اپنے آپ کو کھلم کھلا محمدی اور متبع کامل دینِ احمدی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی نبوت تو ان کے زعم میں اصطلاح میں تمامتر اتباع رسول ہی ہے"

مولانا مدار اللہ صاحب نے مولانا دریابادی کی اس تحریر کو جاں بخش اور رجانفزا قرار دیا ہے اور راقم کے اس موقف کو کہ "مرزا غلام احمد کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے سنجیدگی سے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، پرلے درجہ کی غلط اور گمراہ کن بات ہے" یہ کہہ کر رد کر دیا ہے۔ "سنجیدگی کا مطلب یہ ہے کہ مدعی جس قسم کا بھی دعویٰ کرے وہ معقولیت پر مبنی ہو اور اس کے لئے جو صلاحیت اور اہلیت ضروری ہو وہ مدعی عملاً ثابت کر دکھائے"

جناب محترم! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا تو نصوص صریح اور بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے اس پر تمام صحابۂ کرام اور تمام امت کا (سلف سے خلف تک) اجماع ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور کے آخری پیغمبر ہونے کے دعویٰ کی صداقت کے لئے کوئی اور دلیل بھی درکار ہے تو وہ سخت ناروا جسارت کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ کتنی گمراہ کن اور مضحکہ خیز بات ہے کہ کسی شخص کے "سنجیدگی سے دعویدار نبوت نہ ہونے" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے دعوے کی دلیل ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اگر اس کو اضافی دلیل قرار دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بارے میں کیا ارشاد ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابو داؤد کتاب الفتن)

گویا اس حدیث کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس کذاب نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے کہ جب وہ کذاب ہوں گے۔ تو ان کے دعوے میں معقولیت اور صلاحیت و اہلیت تلاش کرنا محض حماقت ہے

مولانا مدار اللہ صاحب نے "سنجیدگی" کا عجیب مطلب بیان کیا ہے ع

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

انہوں نے مدعی نبوت کے سنجیدہ ہونے کے لئے جو خود ساختہ شرطیں رکھی ہیں ایک کذاب کے لئے تو ان کا پورا کرنا ناممکن ہے۔ عملاً ثابت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کسی کذاب کا سنجیدگی کے ساتھ جھوٹ بولنا کوئی انہونی بات نہیں۔ آج کل دنیا کے اکثر سیاستدانوں کو دیکھ

لیجئے نہایت سنجیدگی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور اس جھوٹ پر شرمانے کی بجائے فخر کرتے ہیں۔

"جناب محترم! سیدھی سی بات ہے کہ جعلسازی، فریب کاری یا سازش کرنے والے اپنی منصوبہ بندی پوری سنجیدگی سے کرتے ہیں مگر جب دعویٰ سرے سے جھوٹا ہے تو اس میں معقولیت کہاں سے آئے گی۔ اب سارا مرزا کا دعویٰ تو یہ سارا کاروبار محض جعلسازی تھا مگر اس کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے بڑی ہوشیاری اور سنجیدگی سے منصوبہ بندی کی تھی اگر وہ اس معاملے میں سنجیدہ نہ ہوتا تو اپنی نبوت کاذبہ پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کیوں قرار دیتا۔ اور اپنے متبعین کو ان کا جنازہ پڑھنے سے بھی کیوں منع کر دیتا۔ اپنے مخالفوں کو کیوں غلیظ گالیاں دیتا۔ اور پھر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور متعدد دوسرے علماء حق کو کیا پڑی تھی کہ اس کے مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے اور اس کے دعوے کی تردید میں (اور اس کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے) ہزاروں صفحات سیاہ کرتے اگر یہ علمائے حق میدان میں نہ اترتے تو کروڑوں مسلمان مرزا کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے۔ ان حقائق کے باوجود مولانا دریابادی کا یہ کہنا کہ" مرزا تو اپنے آپ کو کھلم کھلا محمدی اور متبع کامل دین احمدی کہتے اور ان کی نبوت تو ان کے زعم و اصطلاح میں تمامتر اتباعِ رسولؐ ہے"، سخت مغالطہ انگیز اور گمراہ کن ہے۔

فاضل مقالہ نگار جیسے جید علماء دین کا ایسی تحریروں کا دفاع کرنا اور ان کی تاویلیں کرنا اور بھی خطرناک ہے۔ مرزا کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ اس کی نبوت کاذبہ کی بنیاد اتباعِ رسولؐ پر ہے۔ یا تو تجاہل عارفانہ ہے یا لاعلمی ہے (کہ مرزا کی تمام تحریریں پڑھے بغیر ہی یہ دعویٰ کیا گیا ہے) اور یا دانستہ مسلمانوں کے دل میں مرزائیت کے بارے میں نرم گوشہ پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ ذرا مرزا کے "متبع کامل دینِ احمدی" کی حقیقت، ملاحظہ فرمائیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ نقل کفر کفر نباشد۔

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں (ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲)

۲۔ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

۳۔ منم مسیح زماں منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب ص ۲)

۴۔ مجھے اپنی وحی پر توریت و انجیل و قرآن کی طرح یقین ہے (اربعین نمبر ۴ ص ۲۸)

۵۔ قرآن کریم کی متعدد آیات جو حضورؐ کی شان میں نازل ہوئیں، مرزا نے حقیقۃ الوحی میں دعویٰ کیا کہ

ان کا مصداق میں ہوں (نعوذ باللہ) آیات یہ ہیں۔ آل عمران ۱۳۱۔ الانعام ۱۶۴۔ الانفال ۱۷ بنی اسرائیل ۱۔ الانبیاء ۱۰۷۔ یٰسین ۱ تا ۴۔ فتح ۱-۲۔

اس طرح کی بیسیوں مثالیں اور ہیں ان کو یہاں درج کرنے سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

مقالہ نگار نے تکفیر کے سلسلہ میں علمائے احناف کا مسلک بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے لیکن وہ اس بات کو بھول گئے کہ مرزائیوں کی تکفیر پر تمام علمائے احناف کا بھی اجماع ہے۔

احقر کو جو کچھ عرض کرنا تھا، اختصار کے ساتھ کر دیا۔ اب بھی اگر مولانا مدرار اللہ صاحب، مولانا دریابادی کی اس قسم کی تحریروں کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے (اس سلسلے میں) غلط مسلک کے لئے نیک تاویلیں تلاش کرتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ اگر ان کے زورِ قلم کے نتیجے میں کوئی مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری انہی پر ہو گی۔ آخر میں اس مضمون کو مولانا ابو سلمان شاہجہانپوری کے درج ذیل الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔ (بہت سخت الفاظ حذف کر دئے گئے ہیں)

"اُن (مولانا عبد الماجد دریابادی) کا انتہا پسندانہ رویہ جو زندگی کے تقریباً ہر معاملہ میں رہا۔ وہ اپنی زندگی کے ایک دَور میں الحاد میں مبتلا رہے تھے اس زمانے میں وہ خدا اور رسولؐ کے لئے تصنیف و تالیف کے عام نقطۂ نظر سے اور رسمی طور پر بھی تہذیبی و تعظیمی الفاظ و اندازِ تخاطب اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور جب مذہب کی طرف آئے تو پھر اس میں بھی فکر و عمل کی کوئی معتدل و مستقیم راہ اختیار کرنے کے بجائے .... ایک طرف حریتِ فکر کا یہ عالم کہ منکرینِ ختمِ نبوت کو دائرۂ اسلام سے باہر چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اور بڑے فاسقوں اور فاجروں کو خدا کی رحمت کا مستحق بنا دیا۔ اور ناراض ہوئے تو مولانا آزاد کو بھی خدا کی بخشش و رحمت سے محروم کر دیا۔

غرضیکہ مولانا دریابادی کے فکر و عمل میں اعتدال و توازن کا فقدان زندگی بھر رہا۔

(نقوش لاہور، ادبی معرکے ج۲ ص ۵۹۵)

مولانا مدرار اللہ صاحب نے شیخ محمد اکرم اور منشی عبد الرحمٰن مرحوم کی تحریروں کے جو حوالے دئے ہیں احقر نے دانستہ ان پر گفتگو نہیں کی۔ کہ اس سے بحث کا رخ کسی اور طرف مڑ جاتا۔ وما علینا الا البلاغ

نوٹ ۔ مندرجہ بالا موضوع پر بحث و تحقیق کے مفصل مضامین آگئے ہیں اور اسی پر یہ سلسلہ بند کیا جا رہا ہے البتہ اس سلسلہ میں قارئین کے تاثرات اور آراء کے دلچسپ اقتباسات آیندہ شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔ (ادارہ)